ڈاکٹر محمد اسحاق

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج پشاور۔

ڈاکٹر محمد سید علی

لیکچرر شعبہ اردو غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان ۔

ڈاکٹر سعدیہ خلیل

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو جناح ویمن کالج پشاور یونی ورسٹی۔

فصیح الدین اشرف کی ادبی کالم نگاری
"خامہ بہ جوش" کے خصوصی مطالعے کی روشنی میں

Dr.Muhammad Ishaq
Associate Professor, Department of Urdu, Government Superior Science College Peshawar.
Dr. Muhammad Said Ali
Lecturer Department of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan.
Dr. Sadia Khalil
Assistant Professor, Department of Urdu, Jinnah College for Women, University of Peshawar.

Fasihuddin Ashraf's Literary Column In Light of the Special Study of "Khama Ba Josh"

Literary column writing has now been incorporated into university curricula, recognizing its significance and relevance in the field of prose literature. Dr. Faseeh-ud-Din Ashraf stands as a prominent literary column writer, whose creative talents extend into this genre. A distinguished police officer, he has authored numerous books in English, Urdu, and Pashto, covering both poetry and prose. Literary column writing serves as a vital avenue for the expression of his creative abilities, with several collections published. This article undertakes an appraisal of the fundamental attributes of Dr. Faseeh-ud-Din Ashraf's literary column writing, highlighting his distinct qualities as a commentator. The piece delves into aspects such as

literary commentary, meaningful utilization of poetry, literary camaraderie, sketching, and stylistic elements to outline the unique facets of Dr. Faseeh-ud-Din Ashraf's column writing.

Key Words: *Hakra, Harappa, Mohanjo daro, Wasaib, Civilization, Folk Tales, Alexander, India, Europe.*

خیبر پختونخوا کی ادبی کالم نگاری کی روایت میں ڈاکٹر فصیح الدین اشرف ایک رجحان ساز ادبی کالم نگار کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان کی کالم نگاری کثیر الجہتی اور متنوع موضوعات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جس کی ایک جہت ادبی کالم نگاری بھی ہے۔

ان کی کالم نگاری عوام کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم یافتہ، ادبی اور دانشور حلقوں میں بھی مقبول ہے۔ اسی مقبولیت کی وجہ سے ڈاکٹر فصیح الدین اشرف کے کالموں کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

پہلا مجموعہ "خامہ بہ جوش" کے نام سے ۲۰۱۳ میں شائع ہوا۔ دوسرا "صحرا میں اذان" ۲۰ میں چھپا اور تیسرا "سفر کی دھول" میں منصہء شہود پر آیا۔

"خامہ بہ جوش" کے مزاج میں علمی، ادبی اور تجزیاتی رنگ غالب ہے۔ بڑی تقطیع کے ۲۱۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کو موضوع کے اعتبار سے کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

کتاب میں دنیائے علم و ادب کی نامور شخصیات پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی، احمد زین الدین، (مدیر 'روشنائی')، آغا گل اور علی اصغر باواجی نے ڈاکٹر فصیح الدین اشرف کی کالم نگاری کو انتقادی جائزے سے گزارا ہے۔ ان آراء میں ادبیت کو بھی "خامہ بہ جوش" کی اہم صفت قرار دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی اپنے مضمون "حرفے چند" میں لکھتے ہیں:

> "فصیح الدین اشرف ہمارے ان لکھنے والوں میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ جن کی تحریروں کا تنوع اور بیان کا سلیقہ قاری کو چونکانے اور بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ ایسے ادیب ہیں جو بیک وقت مذہب، سیاست، تاریخ، تصوف اور امور عالم پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہ خوبیاں اور بھی کئی لکھنے والوں میں ہو سکتی ہیں مگر فصیح صاحب کو ان پر مستزاد ایک اور خوبی بھی عطا ہوئی ہے اور وہ ہے دردمندی۔"(۱)

ڈاکٹر تحسین فراقی کے اس تجزیے کو سامنے رکھ کر "خامہ بہ جوش" کا جائزہ لیا جائے۔ تو یہ کتاب خیبر پختونخوا کی اردو کالم نگاری میں اہم کتاب کے طور پر شامل ہوتی ہے۔

"خامہ بہ جوش" کے کالم اپنے موضوع اور مزاج کے تناظر میں مختلف ابواب میں تقسیم ہیں۔ ہر باب کا عنوان موضوع کے مطابق رکھا گیا ہے۔ ابواب کے عنوانات درج ہیں۔

۱: سلوک و تصوف

۲: فوج اور قومی سلامتی

۳: صحافت اور شعر و ادب

۴: چند سوالات

۵: سیاست، قومی و سماجی مسائل اور نظریات و افکار

۶: عظیم پسندیدہ شخصیات

۷: سیر و سیاحت اور بیرون ملک تقریریں

۸: اسلامی مدارس اور امن و تحفظ

۹: یادرفتگاں

۱۰؛ گوشہء بلوچستان

۱۱: قارئین کے تبصرے اور نقد و حروف

۱۲: قند مکرر

کتاب کے عنوانات سے بھی پتا چلتا ہے کہ اس مجموعے میں قومی اور عالمی حالات حاضرہ کے ساتھ ساتھ مختلف علمی و ادبی موضوعات کے جائزے بھی شامل ہیں۔

"خامہ بہ جوش" کے اولین صفحے پر غالب کا یہ معنی خیز شعر درج ہے۔

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 3, (July to Sep 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس شعر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کالم نگار ادبی مزاج کا مالک ہے۔ یعنی وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے کلمہء حق کاغذ پر اتارنے کا قائل ہے۔ ڈاکٹر فصیح الدین ایک اعلیٰ پولیس افسر اور دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر و ادیب بھی ہیں اس لیے انھوں نے سنجیدہ موضوعات پر قلم اٹھاتے ہوئے ادبی موضوعات اور ادبی انداز تحریر کو بھی اپنی کالم نگاری کی بنیادی ترجیحات میں شامل کیا ہے۔

اس مجموعے میں ڈاکٹر فصیح الدین نے "عرض کالم نگار" کے تحت "ایوان آگہی میں جلائے ہیں چراغ" کے عنوان سے اپنی کالم نگاری کے بنیادی محرک پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

"کالم نگاری دو دھاری تلوار ہے سرکاری ملازم کے لیے یہ چار دھاری کٹاری بن جاتی ہے۔ کیونکہ سرکاری ملازم، وہ بھی پولیس میں اور پھر "درپردہ" کالم نگاری چومکھی لڑائی سے کم نہیں۔ اسے نہ صرف باہر بلکہ اپنے اندر سے بھی لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔"(۲)

اس اقتباس میں بھی ادبیت کا رنگ موجود ہے۔ کالم نگار نے روش عام سے ہٹ کر اس سمت اشارہ کیا ہے کہ ایک ادیب کی طرح ادبی کالم نگار بھی داخلی دنیا میں کشمکش سے گزرتا ہے۔

اس تحریر میں کالم نگار نے علم و ادب سے رغبت کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"علم و ادب کی چاشنی سے جس ہستی نے مجھے لذت آشنا کرایا وہ فقیر طبع انسان محترم پروفیسر پیر ظاہر شاہ صاحب ہیں۔ جن کا نام اپنے کالموں میں نہ لینا پولیس کی زبان میں 'سنگین جرم' کہلائے گا۔"(۳)

کالم نگار نے اپنی تحریر کا اختتام اس شعر سے کیا ہے۔۔

پھر کوئی آبلہ پا دشت میں آیا ہوگا
ورنہ آندھی میں دیا کس نے جلایا ہوگا (۴)

"خامہ بہ جوش" میں نامور ادیبوں اور دانشوروں کی آرا میں فصیح الدین کی کالم نگاری میں عمدہ تجزیاتی اور ادبی محاسن کو بھی سراہا گیا ہے۔

اس باب میں ادیب اور ادبی رسالے "روشنائی" کے مدیر احمد زین الدین لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 3, (July to Sep 2022)

"فصیح الدین اشرف سے میری شناسائی مجلہ 'روشنائی' کے ذریعے ہوئی۔ پھر رفاقت اور دوستانہ مراسم کا سلسلہ چل پڑا جو تاحال برقرار ہے۔ یہ کئی برس پرانی بات ہے مگر اس کی تازگی اور نوائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ایک دفعہ وہ مجھ سے ملنے کراچی آئے اور گھنٹوں باتیں ہوئیں۔ وہ ادب کے موضوع پر حیران کن خیالات کا اظہار کرتے رہے اور روش عام کی ادبی بے رنگی اور کم علمی کا گلہ کرتے رہے۔"(۵)

ڈاکٹر فصیح الدین اشرف کی کالم نگاری میں ادبی محاسن اور تخلیقی رویہ ان کی ادبی کالم نگاری میں بھی جھلکتا ہے۔ وہ ادب اور کتاب کلچر کو سماج و تہذیب کی بنیادی اکائی سمجھتے ہیں اور ادب کو سماجی شعور کی تشکیل کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

ان کی ادبی کالم نگاری میں ادب، ادبی شخصیات اور کتب اور ادبی رسائل پر تبصرہ نگاری کے اوصاف بھی نظر آتے ہیں۔ "خامہ بہ جوش" کے کالموں میں ادبی شخصیات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ادبی شخصیات کے ذکر میں سماج میں ادب اور ادیبوں کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور خرد افروزی میں ان کے کردار کو زیر بحث رکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر فصیح الدین کے مطابق ادیب معاشرے کے سچے ترجمان ہیں۔ ادیب ضمیر کی گواہی کو تحریروں میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ خرد افروزی کی تشکیل ہو سکے اور سماجی شعور کی روایت عام ہو۔

اس تناظر میں ان کا کالم "عظیم خان عظیم کا نالہء بے باک" ایک شاعر کی شاعری اور زندگی کی عمدہ عکاسی ہے۔ اس کالم میں بیک وقت تنقید نگاری، خاکہ نگاری، طنز و مزاح کی خصوصیات ملتی ہیں۔ کالم میں عظیم خان عظیم کی شخصیت اور حلیے کو ادبی رنگ میں یوں قلم بند کیا گیا ہے۔

"سالوں بعد جب میں نے انہیں دیکھا تو حسب معمول یہی خیال گزرا کہ شاید کوئی فقیر درویش آیا ہے۔ وہی پھٹے پرانے کپڑے، وہی میلی کچیلی ٹوپی، وہی صدیوں سے بے پالش بوٹ، وہی بھوک اور افلاس کا نمونہ، غربت کی چلتی پھرتی تصویر، مجسم غربت، سراپا غربت۔"(۶)

شاعر کی شخصیت نگاری میں ترقی پسندی کا رنگ نظر آتا ہے کہ آج بھی وطن عزیز کے خواب کو تعبیر نہیں ملی۔ عظیم خان عظیم کی شاعری اگر سماج کی عکاس ہے تو اس کی شخصیت اور حلیہ بھی سماج کے اصلی چہرے کا

ترجمان ہے۔مذکورہ کالم میں ڈاکٹر فصیح الدین نے عظیم خان عظیم کی شاعری کو بھی آسان فہم اسلوب میں کالم میں قلم بند کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"عظیم خان عظیم کے اس تازہ مجموعے 'دسپرلی سحر' (صبح بہار) سے تھوڑا گستاخانہ ترجمہ دیکھ لیں۔ویسے اس قسم کی باتیں اقبال سمیت دیگر شعرا کے ہاں بھی ملتی ہیں.، مجنوں تو بیابان کے گرم اور تپتی ریت پر لیلیٰ مانگے اور شیخ نرم و گداز نشست پر حور و غلمان کی آرزو رکھے (کیسی عجیب بات ہے) خود آگ میں کودے اور بیٹے پر چھری پھیرے، جنت تسبیح سے نہیں خلیل کے امتحان سے ملے گی۔ مجھ سے تو ایک دانہ کی (غلطی پر) چھین لی اور اب اسی جنت کو پانے کے لیے کیسی کیسی کڑی کڑی شرطیں لگاتا ہے؟ جو ازل سے میرے وجود کا مخالف تھا۔ آج وہی میرے کاندھوں پر سوار کیے ہوئے ہے۔نہ ان کو درد، نہ رنج، نہ پیٹ کا خیال نہ اولاد کا غم، پھر کیسے مجھ سے اور فرشتوں سے عبادت کا یکساں مطالبہ کیا جاتا ہے۔"(۷)

اس کالم میں اس ادبی نظریے کی عکاسی ملتی ہے کہ "ادب تنقید حیات ہے" شاعر شاعری کی زبان میں انسان دوستی کا درس دے رہا ہے کالم نگار نے اسی لیے شاعری کو کالم کا موضوع بنایا ہے کہ سماج کو شاعری کے آئینے میں معاشرے کی اصلی تصویریں دکھائی جائیں۔کالم نگار کا ایک اور کمال بھی دیکھیں کہ وہ پشتو شاعری کا سلیس اردو ترجمہ کرتے ہوئے ادب کی سچائی کو بھی سامنے لارہاہے اور قول و فعل میں تضاد رکھنے والی معاشرتی قوتوں کو بھی بے نقاب کر رہاہے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ وہ ایک دھوکے میں گرفتار ہیں۔کالم سے یہ اقتباسات دیکھیں:

"باز کو مجبوری نیچے لے آتی ہے اور پھر یہی اس کو بلندی پر اڑا دیتی ہے۔طاؤس کا حسن اس کے پاؤں چھپا نہیں سکتا۔ہائے! ایک بدنام کی مثال بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔کالا کوا اس سبز طوطی سے بہت بہتر ہے۔جو دوسروں کی زبان سیکھ کر اپنی قوم سے جدا ہو جاتا ہے امام مقتدیوں سے صفوں کو سیدھی کرنے کے لیے کہتاہے مگر جب بھی دیکھو تو امام خود ٹیڑھا کھڑا ہوتا ہے۔حور اور غلمان جنت میں (آپ کے) تابع ہوں تو کیا وہاں بھی آقا اور غلام کا نظام ہو گا؟"(۸)

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کالم نگار نے شاعری کی کتاب کو اپنے کالم کا موضوع کیوں بنایا ہے؟ اس کا جواب کئی حوالوں سے کتاب "خامہ بجوش" میں ملتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کالم نگار ایک دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر ادیب بھی ہے۔ اور ادب کی تاثیر سے اچھی طرح واقف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ قارئین کو ادب کی طرف لانا چاہتا ہے۔ وہ ان کی بذریعہ ءادب کے قاری کی تربیت کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ معاشرے میں ادب کا شوق عام ہو جائے اور عوام کو ادب کی اہمیت کا شعور ہو۔ یہ ڈاکٹر فصیح الدین کی ادب سے دوستی کی گواہی ہے کہ ان کے کالموں میں ادبی نقوش عوام میں ادب کی مقبولیت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اس کالم کے اختتام میں ترقی پسند سوچ عوامی مسائل کی ترجمان بنتی ہے۔ کالم کا اختتام دیکھیں:

> "مجھے کوئی ایسا تعویذ دو۔ جس سے ایک سیٹھ کی بیٹی مجھ پر عاشق ہو جائے (اور) جو سارے بینکوں کی دولت لوٹ کر میرے پاس لائے، ایک ایسے جن ماموں کی تلاش میں ہوں۔۔ اگر ہنر، مہارت، تعلیم اور ہمت نہ ہو تو خالی دعاؤں سے کام چلتا۔ تو ہر ماں کا بیٹا آج بادشاہ ہوتا۔"(۹)

اس کالم میں دی گئی شاعری میں جتنی تاثیر ہے۔ وہ شاعری کی خوبصورتی ہے۔ جس کے لیے کالم نگار کو داد دینی چاہیے کہ انہوں نے تحقیق کی اور اتنی عمدہ شاعری کو سلیس ترجمے کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔

"خامہ بجوش" میں شامل ایک اور کالم "'روشنائی' پختونخوا کے اہل قلم کے لیے نادر موقع" بھی ادب دوستی کی مثال ہے۔ اس کالم میں فن تبصرہ نگاری کے خط و خال بھی ملتے ہیں۔ اس کالم کا محرک یہ ہے کہ ادبی رسائل کی روایت کو زندہ رکھا جا سکے۔ کالم کے آغاز میں ہی رسالے کے مدیر کی ادبی خدمات کو مؤثر پیرائے میں سراہا گیا ہے۔

ادبی تبصرہ نگاری دراصل کتاب یا رسالے کا جامع تعارف ہے۔ اس میں کتاب یا رسالے میں موجود مواد پر ایک گہری نظر ڈالی جاتی ہے۔ چونکہ ڈاکٹر فصیح الدین کو ادراک ہے کہ کالم کی متعین حدود ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ قلیل الفاظ اور اجمالی رنگ میں تبصرہ نگاری کے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

کالم میں "روشنائی" کا جائزہ یوں لیا گیا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 3, (July to Sep 2022)

"سہ ماہی 'روشنائی' باقاعدگی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ کوئی سو کے لگ بھگ پرچے ہندوستان کے اہل قلم اور اداروں کو بھیجے جاتے ہیں۔ اردو کے مایہ ناز ادیب و نقاد شمس الرحمان فاروقی 'روشنائی' کے سرپرستوں میں سے ہیں۔ اور بھیا زین الدین کے ساتھ ان کے مراسم بہت ہی مشفقانہ ہیں 'روشنائی' کو پذیرائی پاکستان میں زیادہ تر کراچی اور لاہور کے علمی حلقوں میں ملتی ہے۔"(۱۰)

فصیح الدین کی ادبی کالم نگاری کا حسن یہ ہے کہ ان کا انداز تحریر دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مصداق اختصار کے رنگ میں اپنے موضوع کو سیمٹتا ہے۔ یہ ادب کی خاصیت ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفاہیم کو ادا کیا جائے۔

"خامہ بہ جوش" میں ان کتب پر تبصرے کیے گئے ہیں۔ جو قارئین میں کتاب اور ادب کی اہمیت بڑھانے کا سبب بن سکیں۔ اس تناظر میں وہ ان کتب کو کالم کا موضوع بناتے ہیں۔ جو علمی و ادبی طور معیاری مقام پر فائز ہوں۔

اس باب میں ان کا ادبی کالم "کتاب میر داد" ایک اہم مثال ہے۔ جس میں کالم نگار نے علم و دانش و ادب سے مزین نسبتاً "کم مقبول کتاب پر تبصرہ کیا ہے۔

اس کالم کو پڑھنے کے بعد "کتاب میر داد" پڑھ۔ اس کی وجہ فصیح الدین کا متاثر کن انداز ہے۔ وہ بہت توجہ سے کتاب میں موجود مواد کو سامنے لاتے ہیں۔ ان کے انداز سے کتاب سے محبت بڑھتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جس کتاب کے سرورق پر یہ لکھا ہو 'ایک ایسی روحانی کتاب جو اپنے پڑھنے والوں کا انتخاب خود کرتی ہے۔ اور جس کے فلیپ پر اوشو نے یہ لکھا ہو۔۔ دنیا میں لاکھوں کتابیں ہیں لیکن میر داد کی کتاب سب سے پہلی جگہ پر رکھنے والی ہے۔ یہ بدنصیبی ہے کہ بہت لوگ اسے جانتے پہچانتے نہیں۔"(۱۱)

کالم کا آغاز ہی فکر انگیز انداز میں ہوتا ہے کہ قاری کو کتاب کی پڑھت کی تحریک ملتی ہے۔ یہ ادبی تبصرہ نگاری کا حسن ہے کتاب کا دل نشین تعارف کیا جائے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 3, (July to Sep 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

ادبی تبصرہ نگاری کے تناظر میں "خامہ بہ جوش" کے کالم "سفیروں کی کتابیں اور حسین حقانی کا المیہ" میں بھی کتب بینی کی تحریک دی گئی ہے۔اور ان اہم سفیروں کی کتب کا ذکر کیا ہے۔جنھوں نے کتب کے روپ میں تاریخ لکھی۔

ایک اور کالم میں تنقید نگاری کا رنگ ملتا ہے۔کالم "ڈاکٹر عبد الغنی فاروق کی مغرب پر تنقید" میں یہ جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ مغرب کے مقابلے میں پاکستانی سماج بھی تضادات کا شکار ہے۔اس لیے مغربی تہذیب پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے معاشرے کی خرابیاں بھی دیکھنی چاہئیں۔

کتاب کلچر کی ترقی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ادبی شخصیات پر بھی کالم لکھے ہیں۔ادیبوں پر لکھے گئے کالموں میں ادبی تحریر جیسی چاشنی ملتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ادبی شخصیات کی اہمیت سے آگاہ ہیں۔اور ان کی نفسیات اور میلانات سے آگاہ ہیں۔اس لیے ادیبوں پر کالموں میں شخصیت نگاری کی خوبی پائی جاتی ہے۔اسی لیے "خامہ بہ جوش" میں ایک گوشہ "عظیم پسندیدہ شخصیات" کے عنوان سے موجود ہے۔اس گوشے میں ان شخصیات کو موضوع بنایا گیاہے۔جنھوں نے اپنے شعبہء حیات میں کمال حاصل کیا ہے۔

نمونے کے طور پر ان کے درج ذیل کالموں میں شخصیت نگاری کے محاسن ملتے ہیں۔

ا۔میری پہلی پسندیدہ شخصیت۔۔قرات العین طاہرہ، میری دوسری پسندیدہ شخصیت ڈاکٹر حسے ریزال، خیر محمد جمالی، ڈاکٹر ہنری، ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی ،ناصر الدین مہمند کے گلے شکوے، اصغر باواجی، پروفیسر اشرف بخاری، قاضی عبد الحلیم اثر افغانی، چمن لال، عابد علی شہید۔مذکورہ کالموں میں ادبی اسلوب کا عکس موجود ہے اور فن خاکہ نگاری کی تیکنیک استعمال کرتے ہوئے شخصیت کے باطن میں اتر کر شخصی اوصاف سامنے لائے گئے ہیں۔کالم نگار اس عمل میں شخصیت کی خصوصیات اس طرح کاغذ پر اتارتے ہیں کہ قاری شخصیت کو پڑھنے کے بجائے دیکھ لیتا ہے۔

مثال کے طور پر وہ ممتاز ترقی پسند ادیب ڈاکٹر ظہور احمد اعوان مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب مرحوم حسنِ امروز کے انسان بھی تھے اور فکر فرداسے آگاہ بھی۔سیاحت پر اتر آتے تو آوارگانِ شوق کو سوں میلوں پیچھے چھوڑ دیا۔ملاقاتوں اور گفتگوؤں کا سلسلہ شروع کیا تو گرمئ گفتار میں محفل کے بے قابو ہونے کا اندیشہ لگتا، تقریر کرتے تو ایوان

آگہی میں جنبش سی ضرور محسوس ہوتی۔فارسی کے ایک شعر کی قضیہ چھیڑتے تو تحقیق و جستجو کا حق ادا ہو جاتا۔قدم بڑھایا تو کئی چراغ روشن ہوئے۔شاگردوں کی ہمت افزائی کی تو قرونِ اولیٰ کے اساتذہ کی مہر و محبت کی یاد تازہ ہوئی۔"(۱۲)

اس اقتباس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر فصیح الدین عمیق نظر سے شخصیت کا جائزہ لیتے ہوئے خصوصیات کو سامنے لاتے ہیں۔ان کی ادبی کالم نگاری کا حسن ہے کہ وہ سرسری انداز میں شخصیت کا ذکر نہیں کرتے بلکہ شخصیت کی زندگی کا ایک خاکہ بھی بناتے ہیں۔تاکہ قاری شخصیت کے جامع تعارف سے آشنا ہو سکے اور اس کے ادبی ذوق کو لطف بھی مل سکے۔ڈاکٹر فصیح الدین اشرف لفظیات کا انتخاب میں تخلیقیت کے عنصر کو مرکز نگاہ بناتے ہیں تاکہ شخصیت نگاری کا حق ادا ہو سکے اور قاری کا شخصیت سے قلبی تعلق بن جائے۔اس مقصد کے لیے وہ ادبی اسلوب سے کام لیتے ہیں۔

"خامہ بہ جوش" میں ادبیت کے باب میں معروف کالم نگار اور ادیب سعد اللہ جان برق لکھتے ہیں:

"ایک طرف اگر ان کالموں میں بین الاقوامی سیاست، معاشیات اور نظریات کا گہرا مطالعہ ہے۔تو دوسری طرف کریمنالوجی اور قوانین پر بہت کچھ ہے۔شعر و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں تو تصوف، فلسفہ، علوم اسلام تفاسیر اور تاریخ پر بھی اتھارٹی اور وسیع مطالعے کے مالک ہیں۔خلاصہء کلام یہ ہے کہ خامہ بہ جوش اگرچہ کالموں کا مجموعہ ہے لیکن یہ صرف عام کالم نہیں بلکہ علم کے سوتے ہیں۔"(۱۳)

سعد اللہ جان برق کی رائے میں "خامہ بہ جوش" کی قدر و قیمت اور ان میں ادبی نقوش کا مکمل اعتراف ہے۔

"خامہ بہ جوش" میں شعر و ادب سے معنی کی ترسیل کے عمل میں مدد لے گئی ہے۔کہیں کالم نگار ادب یا ادبی کتب کو موضوع بناتے ہیں۔تو کہیں ادبی شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے قاری کے ذوق کے لیے تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ڈاکٹر فصیح الدین کا ایک انداز اشعار کا موقع محل کے مطابق برجستہ انتخاب بھی ہے۔وہ اپنے موضوع کو اشعار کے ذریعے خوش رنگ بناتے ہیں۔اور ان میں تاثیر بھی پیدا کرتے ہیں۔شاعری شعور سے نکلی ہے۔اس میں کم لفظوں میں زیادہ مفہوم کو بیان کیا جاتا ہے۔اور یہ ایک مؤثر وسیلہء اظہار بھی ہے۔ان اشعار کے

برجستہ استعمال سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کالم نگار اردو شاعری کے زیرک طالب علم ہیں اور وہ شاعری کی بصیرت اور ابلاغ کی صلاحیت کو بھی خوب سمجھتے ہیں۔ یہ اشعار قدیم وجدید شاعری سے منتخب کیے گئے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر فصیح الدین خود بھی صاحب کتاب شاعر ہیں۔ اس لیے وہ شاعری کی اہمیت اور ضرورت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ان کو علم ہے کہ جو پیغام نثر میں دیا جائے اور جو پیغام شعر میں دیا جائے۔ دونوں کے اثرات میں فرق ہے۔ شعر قاری کو فوراً اپنے اثر میں لے لیتا ہے۔ اور وہ کالم نگار کے مقصد اور پیغام تک پہنچ جاتا ہے یہ ایسی خصوصیت ہے کہ اس سے بہت کم کالم نگار آگاہ ہیں کہ شاعری کے استعمال سے وہ اپنے کالم کو بہتر اور معیاری بنا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر فصیح الدین نے جن اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ ان شعور اور ادراک کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان اشعار کے اندر ایک مؤثر پیغام ہے۔ مثال کے طور پر ان کے کالموں سے منتخب کیے گئے اشعار دیکھیں۔

شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا (۱۴)

پھر کوئی آبلہ پا دشت میں آیا ہوگا
ورنہ آندھی میں دیا کس نے جلایا ہوگا (۱۵)

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف (۱۶)
تم اپنے دل کو تو روشن کرو ذرا موسیٰ
یہی چمک کے ابھی برق طور ہوتا ہے (۱۷)

نخوت بھری اٹھان سے تیری ہے ڈر مجھے
تو اپنے جوش ہی میں زمیں پر نہ گر پڑے (۱۸)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 3, (July to Sep 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کالم نگار نے ان اشعار کو اتنی مہارت سے خاص خاص مواقعوں پر استعمال کیا ہے کہ اس سے کالم میں ادبی رنگ شامل ہو گیا ہے۔ اور وہ شاعرانہ انداز میں اپنے مفہوم بیان کرنے لگے۔ ان سے ڈاکٹر فصیح الدین کی سخن شناسی کا پتا چلتا ہے کہ وہ شعر فہم ہیں۔ اور شاعری کا اچھا خاصا مطالعہ کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے شعرا کو توجہ سے پڑھا ہے۔ ان کی شاعری کے مرکزی خیال کو سمجھا ہے اور پھر اسے اپنے کالموں میں کالموں کا حسن بڑھایا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے اردو کے مقبول شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب کے اس مشہور شعر کو کالم میں درج کرتے ہوئے اسے نئے زاویے سے پیش کیا ہے۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا (۱۹)

غالب کے ساتھ ساتھ کالم نگار علامہ اقبال کی شاعری کی فکری اور فلسفیانہ معنویت سے آگاہ ہیں۔ انھوں نے کالم میں اقبال کی شاعری کے فلسفے اور اصل پیغام کی روح کشید کی ہے۔

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی (۲۰)

ان اشعار کو اگر کالم کے موضوع سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو اس میں ایک شعور اپنی جگہ بھی نظر آتا ہے۔ تاہم کالم نگار کا کمال یہ ہے کہ وہ کالم کے موضوع کے ساتھ اشعار کو نئی سوچ سے سامنے لاتے ہیں۔ یوں یہ اشعار نئے مفاہیم کے ساتھ کالم کا موضوع بنتے ہیں۔

یہ کمال بہت کم کالم نگاروں کے حصے میں آیا ہے۔ ایک تو اکثر کالم نگار ادبی پس منظر نہ ہونے کی وجہ سے سیدھے انداز میں اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اور زیادہ گہرائی میں نہیں جانتے۔ دوسرا ان کو شعر و ادب کا اتنا شوق نہیں ہوتا کہ وہ کالم میں اشعار سے مدد لیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر فصیح الدین کے کالم اپنی ادبی خصوصیات کی وجہ سے بہت جلد پڑھنے والے کے دل میں اتر جاتے ہیں۔ اس باب میں یہ اشعار دیکھیں۔

پھر بنایا جا رہا ہے سومنات
اک نیا محمود پھر آنے کو ہے (۲۱)

جیسے لفظوں کو تراشا گیا انگاروں سے
اب تو بارود کی بو آتی ہے اخباروں سے (۲۲)

تمام عمر تڑپنا مجھے گوارا ہے
میرے تڑپنے سے تجھ کو اگر قرار آجائے (۲۳)

ہے تو احمق چونکہ عالیشان کاشانے میں ہے
اس لیے جھک مارنا بھی اس کا فرمانے میں ہے (۲۴)

اس سے پہلے کہ خرابات کا دروازے گرے
عاقلو۔۔دیدہ ورق! اور کوئی راہ ڈھونڈو (۲۵)

ان کالموں میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ کالم کے فکری رویوں کی ترجمانی اشعار سے کی جائے۔

ڈاکٹر فصیح الدین کے کالموں کے غالب موضوعات ہنگامی نہیں بلکہ فکری ہیں۔وہ پورے شعور کے ساتھ سماج کی اصلاح کے لیے کالم لکھتے ہیں۔وہ پاکستانی سماج کو باشعور دیکھنا چاہتے ہیں۔

"خامہ بجوش" کے ادبی خط وخال سے واضح ہوتا ہے کہ کالم نگار قوم کو ترقی پسندی،انسان دوستی اور روشن خیالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں۔اس لیے ان کے اشعار میں بھی ایک ترقی پسند سوچ کی جھلک نظر آتی ہے۔وہ۔قوم کو آگے بڑھانے اور ترقی پسند بنانے کے لیے ادب کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ایک قابل اور باشعور دانشور کی طرح وہ قوم کی ترقی میں ادب کے کردار سے آگاہ ہیں۔اس لیے ان کے کالموں میں اشعار کا انتخاب اس حقیقت کی گواہی ہے۔

" خامہ بہ جوش" ایک ایسی کتاب ہے۔جس میں علم و ادب،تاریخ،فلسفہ ل،سیاست،تصوف اور شعر وادب کے گہرے موضوعات پر مدلل تجزیہ ملتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کی خوبیاں اس کتاب میں

ادبی رنگ شامل کر کے پڑھنے والوں کے ذوق کو تسکین دیتی ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ اہل علم و ادب نے اس کتاب کو اچھے لفظوں سے یاد کیا ہے۔اور اس کی تعریف کی ہے۔

اس بارے میں ممتاز ترقی پسند ادیب محترم سلیم راز لکھتے ہیں:

"فصیح الدین کی تحریریں مطالعے،مشاہدے اور تجربے کے اتحاد ثلاثہ کا نتیجہ ہیں۔ان میں جذبے،فکر ور عمل کی تثلیث بڑی واضح ہے۔ان۔کی فکری صلاحیت، تخلیقی قوت اور تنقیدی حسیت کے ملاپ نے ان کی تحریروں کو معتبر اور مؤثر و موقر بنادیا ہے۔اور پھر قوت اظہار،حکمت اظہار اور جرآت اظہار کی خصوصیت نے مصنف کو بھی زندہء جاوید کر دیا۔۔۔ان کی تحریروں میں مواد اور اسلوب کے درمیان ایک عجیب سا امتزاج پیدا کر دیا ہے۔بحیثیت مجموعی ان کی تحریریں حقیقت نگاری کے اسلوب کی حامل ہیں"[۲۸]

حقیقت یہ ہے کہ "خامہ بہ جوش" اردو کالم نگاری میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔جو علم و ادب کے حوالے سے بھی اردو کالم کی تاریخ میں ادب دوستی کی عمدہ کاوش کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔بقول علی اصغر باواجی:

"فصیح کے اندر ایک آفاقی اور تخلیقی صلاحیت موجود ہے۔جو پر وقت ان کی معاونت کے لیے تیار رہتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ گزشتہ زندگی میں وہ جس شعبے میں بھی داخل ہوئے وہاں انہوں نے کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی۔اپنی انفرادیت اور شناخت کو برقرار رکھا اور اس کی بلندی پر جا ٹھہرے۔"[۲۶]

دور جدید میں اردو کالم نگاری شعر و ادب اور کتاب کلچر کے فروغ سے دور ہوتی جارہی ہے۔اس تناظر میں ڈاکٹر فصیح الدین کی کالم نگاری میں شعر و ادب کے نقوش کا ہونا شعر و ادب اور کتاب کلچر کی ترقی کے ساتھ ساتھ ادبی کالم نگاری کے لیے بھی سود مند ہے۔

حوالہ جات

۱. تحسین فراقی،ڈاکٹر،حرفے چند،مشمومہ "خامہ بجوش" از فصیح الدین ریسرچ لائبریری پشاور ۲۰۱۳ صفحہ نمبر۱۶
۲. فصیح مشمولہ،ایوان آگہی میں جلاتا ہوں کیوں چراغ۔۔۔"خامہ بہ جوش"صفحہ ۱۳

۳. ایضاً صفحہ ۱۴

۴. ایضاً صفحہ

۵. احمد زین الدین، علم کا جویا، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۱۸

۶. کالم "عظیم خان عظیم کا نالۂ بے باک" مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۱۷۳

۷. ایضاً صفحہ ۱۷۴

۸. ایضاً صفحہ ۱۷۵

۹. ایضاً

۱۰. ایضاً صفحہ ۱۸۳

۱۱. (13)ایضاً صفحہ ۴۲

۱۲. (14)ڈاکٹر ظہور احمد اعوان مرحوم کا حقیقی مشن کیا تھا، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۱۹۳

۱۳. (15)ایضاً

۱۴. (16)بچے من کے سچے نہیں رہے، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۲۳۲

۱۵. (17)فصیح الدین، ایوان آگہی میں جلاتا ہوں کیوں چراغ، صفحہ ۱۴

۱۶. (18)قرآنی ہدایت اور ایک طالب علم، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۳۵

۱۷. (19)کتاب میر داد، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۴۲

۱۸. (20)پاک فوج پر تنقید۔۔ موقع ضائع نہ کریں، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۵۳

۱۹. (21)، اسامہ بن لادن۔ روشن خیال کا ثبوت مل گیا، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۵۶

۲۰. (22)ایضاً

۲۱. (23)، ملک توڑو۔۔ فوج لڑاؤ، مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۶۲

۲۲. ایضاً صفحہ ۶۴

۲۳. (24)دہشت گردی اور پاکستان سے متعلق بین الاقوامی رپورٹوں کا جائزہ" مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۶۳

۲۴. سندیسے اور پاک فوج کو سلام" مشمولہ "خامہ بہ جوش" صفحہ ۶۹

۲۵. فاٹا، افغانستان اور مشاہیر کرام کی آراء" صفحہ ۷۴

۲۶. اسلام، جمہوریت اور "دی اکانومسٹ کا سوال" صفحہ ۸۹

۲۷. سلیم راز، راز کیا باتیں، مشمولہ روزنامہ "آئین" پشاور ۱۲ نومبر ۲۰۱۴

۲۸. فلیپ، خامہ بہ جوش"